اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی روشنی میں

عاصمہ[1]

خلاصہ

دین، انسانی اخلاق کو اعلی درجے تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اخلاق کے ذریعے ہی انفرادی اور اجتماعی زندگی بہتر انداز میں گزرتی ہے۔ اسلام نے بہترین ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفات الٰہی کا وہ دلنشین مرکب قرار دیا ہے جو دنیا کے ہر انسان کے لیے ایک مکمل نمونہ اور بہترین آئیڈئل ہیں۔ آپ کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلو ہر دور میں محققین کے مورد نظر رہے ہیں، ہم نے اپنی اس تحقیق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی پہلو کو قرآن کی نظر میں بیان کیا ہے۔ عصر حاضر میں اس کی ضرورت اس لیے بھی بہت زیادہ ہو گئی ہے کہ معاشروں میں اخلاقی بحران چل رہا ہے۔ آج خاندانی نظام سے لے کر معاشرتی نظام تک اخلاقی گراوٹ کا شکار ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اخلاق نبوی سے آگاہ ہوں اور اسے معاشرے میں عام کریں۔
ہماری تحقیق کا موضوع ہے «اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات قرآنی کے روشنی میں» مگر دوران تحقیق آیات اخلاقی قرآن کو اخلاق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے میں دیکھا بلکہ یوں کہنا مطلب کو زیادہ نزدیک پہنچادے گا کہ قرآن کی اخلاقی آیات کو مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں مجسم صورت میں دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخلاقی عظمت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے خود اخلاق، اس کی اقسام اور ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور آیات قرآنی کی نظر میں اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا ہے۔

کلیدی الفاظ: اخلاق، پیغمبر، قرآن، نظر

مقدمہ:

حمد اس خدا کی جس نے مٹی اور خاک سے خلق کردہ پیکر میں اپنی روح پھونک کر اسے خلیفہ بنا کو زمین پر بھیجا اور عقل جیسا گوہر انسان کو عطا کیا جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرے۔ تمام

---

[1]۔ ریسرچ سکالر، انٹرنیشنل المصطفیٰ یونیورسٹی پاکستان

مخلوقات دنیا میں سے عقل فقط انسان کا خاصہ ہے۔ جس نے انسان کے سامنے دو راستے واضح کر دیے۔ عقل نے کمال اور زوال کی راہیں انسان کے سامنے روشن کر دیں۔ لیکن جب انسان کمال کا راستہ طئے کرنے کے لیے آگے بڑھا تو مشکلات کو دیکھ کر گھبرا گیا اور اپنی شناخت اور شان انسانی بھلا کر مثل حیوان زندگی گزارنے لگا۔ تب خدا نے اپنے اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ جس نے انسان کو کمال شرافت، دیانت و صداقت کا درس پڑھایا۔ کریم رب کے بھیجے ہوئے کریم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غفلت کے پردے چاک کر کے کرامت انسانی کو بیدار کیا اور عقل انسان جو انسان کی رہنما بن کر آئی تھی نہ صرف یہ کہ اس کی رہنمائی کی بلکہ اسے اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ کر دیا۔

جب عقل کی جوانی نے اخلاق کا زیور پہنا تو حسن انسانیت پر وہ نکھار آیا کہ ساری دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور لوگ جوق در جوق گروہ در گروہ انسانیت کے اس حسین کارواں سے متصل ہونے لگے۔

آج پھر سے معاشرہ غفلت کی چادر لپیٹ کر ظلمت کے اندھیروں میں گہری نیند سو گیا ہے۔ اسے جگانے کے لیے پھر سے کردار مصطفیٰؐ کے چمکتے سورج کی روشنی چاہیے۔ آج کے زمانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہم نے «اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی نظر میں» کا انتخاب کیا ہے۔ اپنی تحقیق میں ہم اخلاق کی اہمیت اور اقسام پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے اور اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو قرآن کی نظر سے بیان کریں گے اور حرف آخر پر تحقیق کا اختتام ہے۔

ربنا تقبل منا، انک انت السمیع العلیم

اخلاق

خالق کائنات کے خلق کردہ اس جہاں کا جب ہم دقت سے مشاہدہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جہان کی ہر چیز ایک قاعدے اور نظام کے تحت چل رہی ہے۔ خدا نے اس پورے عالم میں کسی کو اختیار اور آزادی نہیں دی سوائے انسان کے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان کے لیے کوئی حد کوئی قانون نہیں ہے یا وہ جو چاہے کرے جیسے مرضی زندگی گزارے؟

یقیناً اس سوال کا جواب نفی میں ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسانوں کے امن و سکون کو خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ فقط دنیا میں موجود ادیان و مذاہب نے انسان کے لیے کچھ حدود بتائی ہیں۔ بلکہ لادین اور کمیونسٹ بھی انسانوں کے لیے اخلاقی قوانین کے پابند ہیں۔ آج تمام ادیان اور اقوام

سبھی اسی فکر میں مبتلا ہیں کہ انسانیت کے لیے کچھ ایسے قوانین بنائے جائیں جن کی مدد سے انسانی معاشرے کو تنزلی اور تباہی سے بچایا جاسکے۔ دین اسلام جو کہ دین عقل ہے اور ایک جاودانی اور عالمگیر حقیقت ہے اپنے اندر ایک جامع اور کامل آئین رکھتا ہے۔ جس پر عمل کر کے انسانیت کو تباہی کے دلدل میں گرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔

دنیا کے تمام مکاتب فکر کی طرح اسلام بھی اخلاق کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اخلاق دنیا کے سارے ادیان، مذاہب اور مکاتب فکر کا وہ مشترکہ باب ہے۔ جس کی اہمیت و ضرورت سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ مذہب انسانیت کی ایک ہی اصل ہے اور وہ ہے اخلاق جو ایک انسان کے رابطے کو دوسرے انسان سے مضبوط کرنے والی کڑی ہے۔ جب اخلاق کی مضبوط و محکم کڑیوں سے انسان آپس میں جڑتے ہیں تو ایک مضبوط، مستحکم، خوش گوار، خوشحال، پرسکون وپرامن معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

اخلاق فقط دین اسلام جیسے حسین درخت کا ثمر نہیں ہے۔ بلکہ عقل انسان کا ثمر بھی اخلاق ہے اور اگر انسان سے اخلاق ختم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقل بے ثمر اور بے فائدہ ہو گئی ہے۔ یعنی اس کی عقل بانجھ اور عقیم ہو چکی ہے۔ جس سے اب کسی قسم کی امید نہیں کی جاسکتی۔ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہماری اس بات کی تائید کے لیے کافی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

جس نے اپنے اخلاق کو نہیں سنوارا اس سے کسی نے کوئی فائدہ نہ پایا۔[1]

نیز فرمایا:

الخلق المحمود من ثمار العقل

اچھا اخلاق عمل کا ثمرہ ہے۔[2]

اخلاق کی تعریف:

کتاب «فلسفہ اخلاق» میں شہید مطہری فرماتے ہیں کہ اخلاق ایک ایسا لفظ ہے جس کی تعریف اور وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ لفظ دنیا کی تمام زبانوں میں رائج ہے اور ہر لغت میں لفظ اخلاق پایا جاتا ہے۔ سب لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اخلاق کو جانتے ہیں پہچانتے ہیں اور ضد اخلاق سے بھی

---

[1]۔ ہدایۃ العلم ص ۱۹۵

[2]۔ تجلیات الحکمت ۱۸

واقف ہیں۔اور سمجھتے ہیں کہ بخوبی اخلاق کی تعریف کر سکتے ہیں لیکن اخلاق ان مشکل ترین الفاظ میں سے ہے جن کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ یہ تمام علماء، فلسفی اور دانشمند جو اس دنیامیں پیدا ہوئے جنہوں نے علمی مسائل کا انکشاف کیا اور بہت سے علوم مثلاً ریاضیات، فزکس، منطق، طب وغیرہ میں ہزاروں علمی مسائل کو حل کیا۔ لیکن علم کی اس قدر ترقی اور عروج کے باوجود لفظ اخلاق کا معمہ ابھی تک حل نہیں ہو پایا!

اخلاق ایک ایسا لفظ ہے جس کی ہر مکتب فکر نے اپنے نقطہ نظر سے تعریف کی ہے اور کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہوئے۔ اگر افلاطون اور سقراط سے اخلاق کی تعریف پوچھیں تو وہ اپنے نظریے کے مطابق تعریف کرتے ہیں اور ارسطو جو کہ افلاطون کے شاگرد ہیں وہ ایک الگ ہی تعریف بیان کرتے ہیں۔ فلسفی اخلاق کو کسی اور رخ سے دیکھ رہے ہیں تو عارف کسی اور انداز سے، ہندوازم کی نظر میں اخلاق اور چیز ہے اور بدھ ازم کا نظریہ کچھ اور ہے۔ کبھی کبھی ایک قوم کے اخلاقی تقاضے کسی اور قوم کی اخلاقیات سے ٹکرا رہے ہوتے ہیں۔ یہ اختلاف نظر اس وجہ سے ہے کہ جس نے دنیا کو جس طرح سے دیکھا اس نے اخلاق کی ویسی ہی تعریف کی، جس کی نظر فقط مادیات تک محدود تھی اس نے اخلاق کو بھی مادی دنیا کی چار دیواری میں قید کر دیا اور جو اس جہاں کے دائروں سے نکل کر الہیات تک جا پہنچا وہ اخلاق کو ایک الگ رنگ سے بیان کرے گا اور اس طرح سب کی تعریفوں میں زمین آسمان کا فرق ہوا۔

اس لیے ضروری ہے کہ خالق کائنات جو کائنات اور انسان کی حقیقت کو جانتا ہے۔ ہمیں اپنے نمائندے کے ذریعے اخلاق کی پہچان کرائے اور خدا نے کرائی بھی ہے۔ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسن خلق کے بارے میں سوال کیا کہ حسن اخلاق کیا ہے؟ اس کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی اس آیت کی تلاوت کی

خذ العفو ، و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين[1]

ثم قال : وهو ان تصل من قطعک، و تعطی من حرمک، و تعفو عمن ظلمک[2]

[1]۔ فلسفہ حکمت ص ۱۹

[2]۔ اخلاق خبر ص ۱۲۲

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ در گزر کو اپنالو اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرو، پھر حضور اکرم ﷺ نے تفصیل سے حسن خلق کی تعریف کو اس آیت کے ذیل میں بیان فرمایا کہ اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ سے رابطہ منقطع کرے آپ ان کے ساتھ رابطہ جوڑیں اور اسے عطا کریں جو تمہیں محروم کرے اور اس شخص کو بخش دیں جو تم پر ظلم کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان تین اصولوں میں بہترین انداز میں تمام اخلاق بیان کر دیا ہے۔

اخلاق کا مقصد:

اخلاق کا ہدف اور نصب عین انسان کو انسانیت کی معراج تک لے جانا ہے اور انسان کو اس کمال تک پہنچانا ہے جس تک پہنچنے کے لیے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ انسان اور انسانی معاشرے کی ترقی کا ضامن ہے۔ اخلاق انسان کی جسمانی اور روحانی صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔ اور انسان کو اسکی حیوانی جبلتوں پر کنٹرول کرنا سکھاتا ہے۔ اخلاق ہمیں روح اور خواہشات کے درمیان توازن قائم کرنے میں مدد کرتا ہے اور جب انسان اخلاقیات کے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت عمل کرتا ہے تو اسمائے الٰہی کا مظہر بن جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ فردی زندگی سے معاشرتی زندگی میں منتقل ہونا شروع ہوتا ہے تو وہ معاشرہ کمال کی راہیں طے کرنے لگتا ہے اور امن کا گہوارا بن جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں ہر طرف صبر واستقامت، مہر ومحبت، ایثار وتواضع، شجاعت وجواں مردی کے رنگ نظر آتے ہیں۔

اقسام اخلاق

محققین اور علماء اخلاق نے اخلاق کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

اخلاق فردی: جب بھی ہم لفظ اخلاق سنتے ہیں تو ہمارے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اخلاق انسان کے دوسروں کے ساتھ رفتار اور گفتار سے مربوط ہے۔ لیکن کیا فقط اخلاق معاشرتی قوانین کے لیے ہے یعنی اگر فرض کریں کہ ایک انسان تنہا کسی ویرانے یا جنگل میں زندگی گزار رہا ہو تو کیا اس کے لیے کوئی اخلاقی معیار نہیں ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں علماء اخلاق کہتے ہیں: ایسا نہیں ہے کہ اخلاق کا تعلق فقط انسان کے اجتماعی پہلو سے ہے بلکہ یہ انسان کی انفرادی زندگی سے بھی جڑا ہوا ہے۔ اخلاق انفرادی کے ہماری زندگی میں بہت سے پہلو ہیں مثلاً ہر ایک انسان کا مسائل ومشکلات زندگی اور سخت حالات

میں صبر و تحمل، یا ظلم و جبر کے سامنے ہمت و شجاعت منزل و مقصود تک پہنچنے کے لیے استقامت و پائیداری یہ سب صفات اخلاق کا حصہ ہیں اور یہ ہماری زندگی کے انفرادی پہلو سے وابستہ ہیں۔ اخلاق انفرادی کی ابتدا خود شناسی سے ہوتی ہے جب انسان اپنی شناخت کرلے گا کہ وہ کیا ہے اور اسے کیا ہونا ہے؟ تبھی وہ خود سازی کی جانب متوجہ ہوگا اور یہ خود سازی اخلاق انفرادی سے شروع ہو کو اخلاق اجتماعی پر اختتام پذیر ہوگی۔ اپنی قدر و اہمیت معلوم کئے بغیر اخلاقی رذائل یعنی اخلاقی امراض سے بچنا مشکل اور کبھی کبھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ امام المتقین فرماتے ہیں: هلک امرء کم یعرف قدره[1] ہلاک ہوا وہ جس نے خود کو نا پہچانا۔

اخلاق انفرادی کا ہماری زندگی پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے، نہ فقط ہماری روح پر بلکہ جسم پر بھی اور ہماری شخصیت گزاری میں بھی اخلاق انفرادی کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اخلاق کے جسم پر اثرات

ہم میں سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صحت کا تعلق فقط جسم کے ساتھ ہے اور صحت مند رہنے کے لیے فقط جسمانی ضروریات پر توجہ دیتے ہیں۔ جیسے کھانے پینے اور ورزش وغیرہ، لیکن ماہرین نے تجربات سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ صحت کا تعلق فقط جسم سے نہیں ہے۔ بلکہ دماغی خرابیاں اور اندرونی جذبات سوچ میں خلل پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے جسم پر بھی بہت سے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ جس سے ہماری صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔

بہت سی اخلاقی بیماریاں ہمارے جسم پر مختلف اثرات مرتب کرتی ہیں، ہم یہاں پر چند ایک کی جانب اشارے کرتے ہیں۔

مایوسی و ناامیدی

مایوسی ایک اخلاقی بیماری ہے اور یہ انسان کی ان ذہنی کیفیات میں سے ہے جو ہمارے لیے درد اور تکلیف کے سوا کسی چیز میں اضافی نہیں کرتی۔ یہ ایک ایسا زہر ہے جو رفتہ رفتہ انسان کے پورے وجود میں پھیل کر اسے موت کے دہانے لے جاتا ہے۔ مایوسی کے بہت سے نقصان ہیں۔ اس کی تباہ کاریاں

---

[1]۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۹۴

فرد سے شروع ہوتی ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ اداسی اور ڈپریشن بھی اس کے تلخ ترین ثمرات میں سے ہیں۔ اکثر اس کا نتیجہ خودکشی ہی ہوتا ہے۔ آج دنیا میں ہر دوسرا انسان ڈپریشن کا شکار ہے کیونکہ وہ زندگی کے کسی نا کسی پہلو میں کسی طرح کی ناامیدی کا شکار ہے۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: الھم نصف الھرم؛ غم آدھا بڑھاپا ہے[1]۔ یعنی انسان کی توانائیاں ختم کر کے اسے وقت سے پہلے ضعیف بنا دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: غم جسم کو خراب کر دیتا ہے۔ انسان کا غم و غصہ اور اس کی تمام ذھنی کیفیات اس ناچاہتے ہوئے بھی اس کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

حسد

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ حسد بھی انسانی صحت کو بہت زیادہ متاثر کرتا ہے اور یہ مختلف روحانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ بہت سی جسمانی بیماروں کا سبب بھی بنتا ہے۔ وصی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: صحت الجسد من قلت الحسد[2]؛ بدن کی سلامتی حسد کی کمی میں سے ہے۔ العجب لغفلة الحساد عن سلامة الاجساد[3]؛ حیران کن ہے حاسدوں کی غفلت سلامتی جسم سے۔ یعنی حاسد حسد کرتے وقت اپنی صحت سے غافل ہو جاتا ہے اور خود کو مریض کر دیتا ہے۔

اخلاق اجتماعی: خوشحالی اچھی اور پر سکون زندگی امن و امان سے مزین معاشرہ یہ وہ خواب ہیں جو طول تاریخ سے لے کر اب تک بشریت کی آنکھوں میں نسل در نسل منتقل ہوتا آیا ہے۔ ہر دور میں انسان نے اس خواب کو عملی جامعہ پہنانے کے لیے بہت کوشش و جدوجہد کی ہے۔ آج بھی مختلف اقوام اور مختلف ادارے اس خواب کی تعبیر کے لیے کوشاں ہیں۔ تمام ادیان و اقوام نے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے آئین اور قوانین پیش کیے اور انہیں عملی جامعہ پہنایا گیا؛ لیکن نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ امن و امان کے قیام کے لیے ہر دن اقوام متحدہ میں بل پاس ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے آس

---

[1]۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۹۰

[2]۔ نہج البلاغہ ص ۱۱۲۸

[3]۔ نہج البلاغہ ص ۱۱۱۸

پاس ایک صادقانہ نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس وقت ترقی پسند اور نام نہاد مہذب معاشرے بھی اصل اخلاقی اقدار سے روگردانی کی بناپر روز بروز جہالت اور پستی کی دلدل میں دھنستے چلے جارہے ہیں۔ دلوں کو روشن کرنے والے روحانی انوار کی جگہ ظلمتوں نے لے لی ہے۔ انسانی فکر کو اخلاقی امراض کے زنگ لگ چکے ہیں۔ جب معاشرے سے اخلاق ختم ہو جائے تو وہ معاشرہ ایک جنگل بن جاتا ہے جہاں سلامتی ایک کھلونا بن جاتی ہے۔ جس سے کبھی دوسرے کھیل رہے ہوتے ہیں، قتل وغارت گری کی صورت میں اور کبھی خود انسان خودکشی وغیرہ کی صورت میں! آج ہمارے معاشرے علمی لحاظ سے جتنی ترقی کر رہے ہیں اتنی ہی تیزی سے اخلاقی اقدار گرتے جارہے ہیں۔ شاید ہم یہ بھول گئے ہیں کہ علم اخلاق اور تہذیب کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے اخلاق پر اتنی توجہ دی ہے آج اقوام بڑی شدت کے ساتھ اس مسئلے کی جانب متوجہ ہو رہی ہیں۔ بین الاقوامی خوارزمی کے پینتیسویں فیسٹیول کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے ایران کے صدر سید ابراھیم رئیسی نے دنیا کی توجہ اس مسئلے کی جانب مبذول کرائی کہ آج ساری انسانیت جن مسائل کا شکار ہے ان کی وجہہ علم بغیر اخلاق ہے۔[1]

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں: (خوش اخلاقی کے ذریعے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔[2])اس ایک چھوٹی سی حدیث میں کسی بھی قوم کی معاشی ترقی و تنزلی کا راز مضمر ہے۔ کیونکہ اقتصاد قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جس قوم کی اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے وہی قوم ترقی کے زینے طے کر سکتی ہے۔ اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے بھی اخلاق حسنہ کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی قوم اقتصاد کے تمام قواعد و ضوابط سے آگاہ ہو بھی جائے لیکن جب تک اخلاقی اقدار کی پاسداری نہیں ہوگی اقتصادی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ «جس کا اخلاق خراب ہو گیا اس کا رزق بھی تنگ ہو گیا۔[3]» یعنی جب تک معاشرے میں صدق وصفا، دیانت وایمانداری مہر ومحبت، تواضع و انکساری نہیں ہونگے انسانی معاشرہ کسی بھی حوالے سے ترقی نہیں کر سکتا۔

---

[1]۔ https://youtu.be/U-slVI8cfEw

[2]۔ https://pa.shafaqna.com/?p=1331954

[3]۔ ہدایۃ العلم ص ۲۹۱

اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اخلاق خود ایک گوہر نایاب ہے۔ تو جس ذات کو اخلاقیات کو کمال تک پہچانے کے لیے بھیجا گیا اس ذات کے حسن اخلاق کا ادراک تو نا ممکن ہے۔ لیکن انکے حسن اخلاق سے ہم بھی حسن خلق سیکھ سکتے ہیں۔ اور انہیں اپنے لیے نمونہ عمل قرار دے کر انکی پیروی کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: انی بعثت لاتمم المکارم الاخلاق[1] ایک لحظے کے لیے یہاں رکیں اور اس حدیث میں دقت کریں تو یہ حدیث ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام کی حیا، حضرت ادریس علیہ السلام کی صداقت، حضرت نوح علیہ السلام کی شکر گزاری، حضرت صالح علیہ السلام کی خیر خواہی، حضرت ھود علیہ السلام کے توکل، حضرت ابراھیم علیہ السلام کے حلم، حضرت لوط علیہ السلام کی پاکدامنی، حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام کی آخرت اندیشی، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی، حضرت شعیب علیہ السلام کی اصلاح طلبی، حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شرح صدر، حضرت داؤد علیہ السلام کے عدل و انصاف، حضرت سلیمان علیہ السلام کی مھمان نوازی، حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر، حضرت زکریا کی اطاعت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی احسان گزاری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت و نیکی کے جوہر جواب تک زمانے نے دیکھے کیا ابھی وہ کمال کی حد تک نہیں پہنچے جو خدائے واحد ازل سے احد اور صمد کو اخلاق حسنہ کو حسن کی انتہا تک پہچانے کے لیے اسے بھیجنا پڑا جسے خود اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی جس کی تعریف کی گئی ہو) بنایا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی اوصاف لکھنے سے ہمارا قلم قاصر ہے۔ اس لیے ہم یہاں لسان اللہ یعنی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فرمان پر اپنی بات تمام کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے اپنے بابا سے اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمنشینوں کے ساتھ ہمیشہ خندہ پیشانی اور نرمی سے گفتگو کرتے تھے وہ غصے والے، سنگدل، بدزبان اور خود پسند نہیں تھے۔ کوئی انسان کبھی بھی ان سے مایوس نہیں ہوا اور جو ان کے درخانہ پر آتا ناامید نہیں جاتا تھا۔ تین چیزوں کو انہوں نے ہمیشہ

[1] تجلیات الحکمت ص ۱۹

خود سے جدا رکھا۔ بحث و مباحثہ، زیادہ بولنے اور دوسروں کے کام میں مداخلت کرنے کو۔ اور تین چیزوں میں لوگوں کو آزاد رکھا ہوا تھا کسی کو سرزنش نہیں کرتے تھے، دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے اور کوئی بات نہیں کرتے تھے سوائے اس بات کے جس میں ثواب کی امید ہوتی تھی۔ جب بات کرتے تھے تو ان کے کلام کی تاثیر سب کو خاموش کر دیتی تھی، یہاں تک کے کوئی ہلتا بھی نہیں تھا۔ جب وہ خاموش ہوتے تب کوئی اور بولتا لیکن ان کے نزدیک بحث و جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی ناآشنا بدتمیزی سے پیش آتا تو آپ خود بھی تحمل کرتے اور اصحاب سے بھی تحمل کی فرمائش کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ اسے کچھ عطا کر دو ہرگز کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے۔

اخلاق پیغمبر اکرم ﷺ آیات قرآن کی نظر میں

آیات قرآن اگر اخلاق کا جامع و کامل دستور ہیں تو اخلاق پیغمبر اسلام ﷺ بھی ان کی مکمل تفسیر ہے۔ اگر قرآن نے نظریہ اخلاق پیش کیا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے اسے عملی کر کے دکھایا ہے۔

نرم خوئی

فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَ لَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ

(اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔[1]

اس آیت کا انداز بیان باقی سب آیات سے مختلف ہے، اس آیت میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے بتایا گیا ہے۔ کہ یہ حسن اخلاق، یہ نرم رفتاری یہ آپ کے رب کی آپ پر مہر و محبت کے سبب ہے، خدا اس آیت میں اپنے حبیب پر اپنی منت جتلا رہا ہے۔ اس ایک آیت میں اخلاق کے کئی سنہرے اصول

---

[1]۔ آیت سورہ آل عمران ۱۵۹

محبت بھرے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ خدا کا اپنے حبیب سے اس انداز میں کلام کرنا قابل رشک بھی ہے۔اوران اخلاقی اقدار کی اہمیت کو واضح کرنے کا سبب بھی ہے۔

فبما۔۔۔اس آیت کے پہلے مرحلے میں حضور اکرم ﷺ کی نرم خوئی کو خدا کی جانب سے رحمت قرار دیا ہے۔ آپ اس قدر مہربان تھے کہ ایک اعرابی شخص نے بنی عامر قبیلے کے ایک فرد کے پاس آکر پیغمبر کے بارے میں پوچھا پھر حضور اکرم ﷺ کو لکھا کہ مجھے میرے قبیلے والوں نے اپنا سردار بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں آپ کو قسم دینا چاہتا ہوں، لیکن ڈرتا ہوں کہ آپ غصہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: میں غصہ نہیں کرتا، میں وہ ہوں جسے خدا نے توریت اور انجیل میں محمد، رسول، مجتبیٰ اور مصطفیٰ کہا ہے۔ میں فحاش نہیں ہوں، میں بدی کا جواب بدی سے نہیں دیتا، بلکہ بدی کا جواب نیکی سے دیتا ہوں جو چاہو مجھ سے پوچھو۔[۱]

دوسرا مرحلہ در گزر ہے اور سیرت رسول اکرم ﷺ در گزر سے بھری پڑی ہے۔ فتح مکہ کے موقعے [۲]پر یا اپنے پیارے چچا حمزہ کے قاتل کو۔[۳]

اور نہ صرف یہ کہ معاف کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں، پتھر مارنے والوں کو دعا دیتے ہیں۔ کچرا پھینکنے والوں کی عیادت کو جاتے ہیں۔ ستانے والوں کو دین سکھاتے ہیں، خون بہانے والوں سے شفقت سے پیش آتے ہیں۔ تیسرا مرحلہ مشاورت کا ہے۔ سب کو آپ نے لے کر چلنا ان کی یہ راء اور مرضی پوچھنا بھی اخلاق پیغمبر ﷺ کا خاصہ رہا ہے۔ جو معاشرے میں سب کو اپنے فرائض کی جانب متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہر انسان کو اس کی اہمیت باور کراتا ہے اس لیے اسلام میں تاکید کی گئی ہے کہ جب بچہ چودہ سال کا ہو جائے تو گھر کے مسائل میں اس سے مشورے کرو تا کہ اسے اپنی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس ہو۔ حضور اکرم ﷺ عقل کل ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے مشورہ لیا کرتے تھے چاہے جنگ بدر ہو یا جنگ خندق، وعدہ خلافی کی سزا دینی ہو یا اس طرح کے کئی مسائل میں اکثر آپ مشورہ کیا کرتے تھے۔اس آیت کا آخری مرحلہ توکل ہے اور یہ ایک ایسی اخلاقی صفت ہے جو دوسری کئی اخلاقی صفتوں کا سبب بنتی ہے اور حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ

---

[۱]۔ اخلاق پیامبران در قرآن ص ۲۲۱

[۲]۔ تفسیر اهل البیت علیہم السلام ص ۸۰۷

[۳]۔ تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۲۰۶

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ توکل محض ہیں۔ عزیزوں کا غم ہو یا اپنے ہی وطن میں محصور کر دیے جانا ہو، وطن سے ہجرت ہو یا اپنوں کی بے وفائی، بے اولاد ہونے کے طعنے ہوں یا اولاد کی موت کا غم، جنگ کی سختیاں ہو یا محاصرے کی بھوک اور پیاس، لیکن آپ کے ہاتھ سے کبھی توکل کا دامن نہیں چھوٹا.

محبت ورحمت

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ

بتحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے تمہیں تکلیف میں دیکھنا ان پر شاق گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے اور مومنین کے لیے نہایت شفیق، مہربان ہے۔[1]

اس آیت میں بھی حضور اکرم ﷺ کی چار اخلاقی صفات کی جانب اشارہ ہے۔ آیت میں (من انفسکم) رسول اکرم ﷺ کی مومنین سے شدت ارتباط اور محبت پر دلیل ہے۔[2] خدا فرمارہا ہے کہ (عزیز علیه ما عنتم) یعنی نبی آپ کی تکلیف پر خوش نہیں ہوتا، بلکہ تمہاری تکلیف کو شدت سے محسوس کرتا ہے۔ دوسری صفت نبی تم پر حریص ہے۔ اکثر اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں کہ حضرت تمہاری ہدایت کے لیے حریص ہیں جب کہ آیت مطلقاً کہہ رہی ہے (حریص علیکم) ہدایت کا لفظ نہیں ہے، یعنی نبی تم پر حریص ہے۔ مفہوم یہ ہوا کہ نہ فقط ہماری ہدایت کے خواہاں ہیں بلکہ ہر طرح کے خیر و سعادت و خوشبختی و خوشحالی، ترقی و پیشرفت کے خواہاں ہیں۔[3] پھر خدا تیسری اور چوتھی صفت بیان کرتا ہے کہ حضور مومنین کی نسبت رؤف ورحیم ہیں، یہاں رؤف سے مراد وہ لطف اور محبت ہے جو فرمانبردار مومنین کے لیے ہے اور رحیم سے مراد وہ شفقت ہے جو گنہگاروں کے لیے ہے۔[4]

---

[1]۔ سورہ توبہ آیت ۱۲۸

[2]۔ تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۱۶

[3]۔ تفسیر نمونہ ج ۱۲ ص ۳۴۸

[4]۔ تفسیر نمونہ ج ۱۵ ص ۳۶۷

سب کی بات غور سے سننا اور حسن ظن سے کام لینا:

وَ مِنۡھُمُ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ النَّبِیَّ وَ یَقُوۡلُوۡنَ ھُوَ اُذُنٌ

اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ کانوں کے کچے ہیں۔[1]

اس آیت میں ان لوگوں کی بات کی گئی ہے جو اپنی باتوں سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت دیتے تھے۔ یہ کہہ کر کہ آپ ہر کسی کی بات سن بھی ہیں اور اس پر یقین بھی کرتے ہیں۔ «اُذُن» کا مطلب ہے «کان» لیکن عرب میں اس انسان کو بھی اُذُن کہتے ہیں جو سب کی بات پر یقین کر لیتا ہو۔ وہ حضور ﷺ کی اس صفت کا مذاق اڑایا کرتے جبکہ اس بات سے غافل تھے کہ یہ صفت ایک رہبر کا خاصہ ہے۔ کہ اسے مہربان دلسوز اور اپنی رعایا کی غلطیوں سے در گزر کرنے والا ہونا چاہیے۔ ذرا ذرا سی بات پر سخت پکڑ کرنے اور سزا دینے سے عوام باغی ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حضور سب کچھ جانتے ہوئے بھی منافقین کے عذر کو بھی قبول کر لیتے تھے اور وہ غافل لوگ اسے رسول اکرم ﷺ کی سادہ لوحی سمجھ کر مذاق اڑاتے تھے۔ لیکن حضرت کا یہ اخلاق موجب بنا کہ کئی لوگوں نے آپ کے پاس آکر اپنے گناہ و غلطیاں قبول کی اور سچی توبہ کر کے نجات پا گئے۔

امت کے لیے دلسوزی

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِھٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا

پس اگر یہ لوگ اس (قرآنی) مضمون پر ایمان نہ لائے تو ان کی وجہ سے شاید آپ اس رنج میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔[2]

باخع بخ کے مادہ سے ہے جس کی معنی ہے خود کو غم واندوہ کی بناپر ہلاک کرنا۔

اسفا کے معنی ہے شدت غم اور اور یہ لفظ (آثار ھم) پر تاکید ہے۔ یہ تعبیر جو اس آیت میں استعمال ہوئی ہے وہ ایک لطیف نکتے کی جانب اشارہ ہے کہ آپ اس قدر ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رنج میں مبتلا ہیں کہ ان کے آثار ختم ہونے سے پہلے آپ خود کو ختم نہ کر دیں۔ اس آیت سے واضح ہے کہ

۱۔ سورہ توبہ آیت ۶۱

۲۔ سورہ کھف آیت ۶

آپ نہ فقط امت کے لیے بلکہ ساری انسانیت کے لیے اس قدر دلسوز تھے کہ اکثر اوقات ان کی غفلت آپ کے لیے اس قدر درد و تکلیف کا باعث بنتی کہ آپ کی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا اور خدا کو خود تسلی دینا پڑتی تھی۔

فروتنی

وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

اور مومنین میں سے جو آپ کی پیروی کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آئیں۔[1]

پس وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ کا کنایہ اس لطافت کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ کہ جب پرندہ چاہتا ہے اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرے تو اپنے پر پھیلا دیتا ہے۔ بچوں کو ان کے سائے میں لے لیتا ہے۔ اپنے پروں میں چھپا کر حوادث زمانہ سے محفوظ کر لیتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی امت کے لیے اسی طرح فروتنی سے کام لیتے تھے۔

سلام میں پہل

وَ اِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا انہی الفاظ سے جواب دو۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی منتظر نہیں ہوتے تھے کے دوسرے سلام میں پہل کریں، بلکہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے یہاں تک کہ بچوں کو بھی نہایت شفقت اور ادب سے سلام کرتے تھے۔

ہم نے یہاں چند اخلاقی آیات کو بیان کیا ہے لیکن قرآن کی ہر آیت اخلاق کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کردار سے ایسی پیاری اور خوبصورت تفسیر کی کہ جسے دیکھ کر بشریت خود پر ناز کرنے لگی، آدمیت کا سینہ فخر سے چوڑا ہو گیا اور انسانیت نے اسے اپنے لیے مایہ افتخار جانا۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام کی

---

[1]۔ سورہ شعراء آیت ۲۱۵

[2]۔ سورہ النساء آیت ۸۶

جانب مائل ہونے لگے۔ اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھ کر فقط انسانیت ہی نہیں بلکہ خالق دوجہاں بھی کہہ اٹھا (اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ)، بات یہیں پر رکی نہیں کیونکہ جو ذات اس قدر اخلاق حسنہ کی مالک ہستی کو جہان بھر کے لیے مشعل راہ اور نمونہ ہونا چاہیے حضور نے اپنے اخلاق حسنہ سے ‹‹احمد، محمد، مصطفیٰ اور مجتبیٰ›› ہونے کا حق ادا کردیا اور خلق عظیم کا تمغہ حاصل کرنے کے بعد اب انسانیت کے لیے نمونا قرار دیے جارہے ہیں اور انسان سے خالق انسان مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ (لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ) اور اس مقام پر پہنچ کر بندہ ناچیز کا قلم دست بستہ ارض کرتا ہے کہ عظمت مصطفیٰ کا یہ وہ مقام ہے جو حضرت جبرائیل کے لیے سدرالمنتہیٰ کا تھا کہ اس سے آگے جانا میرے پرواز کرنے والے پروں کو جلادے گا۔

احیاء اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت

اخلاق کی راہ میں رہنمائی کے لیے جیسا رہنما اور عملی نمونہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس ہے وہ دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اخلاقی پستی کا شکار ہوگئے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت کی طرف لوٹ گے ہیں، لیکن حقیقت اس سے بھی زیادہ تلخ ہے۔ سچ تو یہ ہے ہماری اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت سے بھی بدتر ہوگئی ہے۔ آج ہمارا معاشرہ اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضد بن چکا ہے۔ حسن ظن کو سادگی اور بدگمانی کو دور اندیشی، صداقت کو بے سمجھی اور جھوٹ کو مصلحت، حیا کو کنفیوژن اور بے حیائی کو کونفڈنس، دیانت و امانت کو بے وقوفی اور خیانت کو عقل مندی، در گزر کو مجبوری اور انتقام کو حق، صبر کو بے بسی اور حیلہ گری کو ذہانت، تواضع کو قدامت پسندی اور خود پسندی کو جدیت اور خود اعتمادی سمجھا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کی اس روز بروز بگڑتی ہوئی صورتحال کو بہتر بنانا چاہتے ہیں تو اس بے لگام معاشرے کے پیروں میں اخلاق کی زنجیر ڈالنی ہوگی؛ تاکہ اسے پستی کے دلدل میں گرنے سے بچایا جاسکے اور اس کے لیے تمام لوگ، اہل علم، اہل قلم اور اہل اقتدار کو مل کر احیاء اخلاق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوشش کرنی چاہیے اور یہ کوشش فقط تحریر اور تقریر تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ عملی اقدامات کرنے کا وقت ہے آج اپنے معاشرے کو اپنی نسلوں کو اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنہرے اوراق سے درس پڑھانے کی ضرورت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو عملی نمونے کی صورت میں نئی نسلوں کے سامنے پیش کرنے کی احتیاج ہے۔

حرف آخر

اپنی تحقیق کے اختتام پر اتنا کہنا چاہیں گے کہ یہ موضوع دلنشین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت وسیع ہے۔اس میں تحقیق کرنے کے دوران نظروں کے سامنے کئی نئے رنگ آئے، اسے محدود کر کے نتیجے اور حرف آخر کو تحریر کرنے کے لیے دل راضی نہیں ہے، لیکن وقت کی قلت کی بناپر مجبوری ہے۔اہل علم سے درخواست ہے کہ قرآن کی بہت سی اخلاقی آیات ابھی تشنہ ہیں ان پر قلم اٹھانے کی اور ان میں چھپے ہوئے اخلاق کے حسین گوشوں کو الفاظ کے موتیوں کی صورت میں تحریر کی لڑیوں میں سمونے کی ضرورت ہے تا کہ یہ حسین ہار عالم اسلام اور مسلمانوں کی زینت بن سکے۔آیات اخلاق واخلاق مصطفیٰ ﷺ کے پوشیدہ غنچوں کی آبیاری کریں تاکہ وہ کھل کر پھول بن کر اخلاق محمدی کی خوشبو کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچادیں۔

منابع و مآخذ

قرآن

۱. نہج البلاغہ

۲. تفسیر نمونہ۔آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور

۳. تفسیر اھل البیتؑ۔ علی رضا برازش، امیر کبیر، قم

۴. اخلاق پیغمبران در قرآن۔دکتر یعقوب بعلی، شرکت چاپ و نشر بین الملل، قم ۱۳۹۱

۵. تجلیات الحکمت۔آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ، انصاریان پبلیکشنز قم ایران

۶. فلسفہ اخلاق۔استاد مطہری، اتحادیہ انجمن ہائے اسلامی، ہند

۷. ہدایۃ العلم۔عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی، موسسہ دار الفکر، بیروت